اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے، ہر چیز کو سنبھالے ہوئے ہے۔ نہ اس کو اونگھ غافل کرتی ہے اور نہ نیند (بے خبر کرتی ہے)۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ تمام (لوگوں کی) حاضر و غائب باتوں کو جانتا ہے۔ اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں، مگر اتنا جتنا کہ وہ دینا چاہے۔ اس کا تخت (حکومت) آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے، اور ان کی حفاظت اس کو گراں نہیں گزرتی ہے۔ اور وہی سب سے بلند و عظمت والا ہے۔

دین کے معاملہ میں جبر و زبردستی نہیں ہے[1]۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ پس جو شخص اللہ کے سوا معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ ان لوگوں کا دوست ہے، جو ایمان لائے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست اللہ کے سوا اور معبود ہیں۔ وہ ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

---

[1] دین اور اس کی دعوت میں نہ اختلاف تھا اور نہ لڑائی جھگڑے کی کوئی بات تھی۔ لوگوں نے دین میں ردّ و بدل کیا، اس میں اختلاف پیدا کیا۔ پھر اپنی بات منوانے کے لیے دوسرے کو مجبور کرنے لگے، جس سے دین قبول کرنے میں انسان کی آزادی ختم ہو گئی اور جنگ و قتال کی نوبت آئی۔ جس دین کے لانے والے ایسے بڑے پیغمبر ہوں۔ اس میں کسی اختلاف یا لڑائی جھگڑے کی بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] اللہ کے اختیار میں سب کچھ ہے، وہ ہر اختلاف اور ہر جنگ و قتال کو ختم کر سکتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا ہے۔ انسان کو موقع دیتا ہے اور سوچنے سمجھنے اور ارادہ و اختیار کی جو

نعمت انسان کو دے رکھی ہے اس سے کام لینے کی تاکید کرتا ہے تاکہ وہ مجبور بن کر نہ رہ جائے۔

سے دین کا تعلق ایمان واعتقاد سے ہے اور ان کی جگہ دل ہے۔ دل میں ایمان واعتقاد جبر و زبردستی سے نہیں پیدا ہوتا ہے، بلکہ اخلاق و محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ دین کی دعوت اور اس کے پھیلانے میں ہمیشہ اخلاق و محبت کی کارفرمائی رہی ہے، جبر و زبردستی کی کبھی نہیں رہی ہے۔

دین کی دعوت کا طریقہ متعیّن نہیں ہے

دین کی دعوت پیش کرنے کا طریقہ متعین نہیں ہے۔ حالت و ضرورت اور مخاطب کے لحاظ سے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پیش کرنے کے طریقہ سے ثابت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

"کیا آپ نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا، جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں حجت کی، اس لیے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس نے کہا میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ بلاشک میرا پروردگار سورج کو پورب سے نکالتا ہے، تو اسے پچھم سے نکال! (یہ سن کر) وہ کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا ہے۔"

لہ حضرت ابراہیمؑ کو وقت کے بادشاہ کے سامنے دین کی دعوت پیش کرنے کا حکم ہوا۔ یہ بادشاہ (نمرود) نہایت ظالم وجابر تھا اور سلطنت واقتدار کے گھمنڈ میں اپنی پرستش کراتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی قدرت اور اس کے اختیار کی دو صفتیں (مارنا اور جلانا) بیان کیں، جن میں کسی اور کی شرکت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لیکن بادشاہ موت اور زندگی کی حقیقت نہ سمجھ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ بجائے اس کے کہ ان دونوں کی حقیقت سمجھاتے فوراً دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوگئے، جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

لہ داعی کو سہل پسند ہونا چاہیئے، اس کا مقصد سچائی کی بات منوانا ہوتا ہے، کسی ایک دلیل پر زور دینا نہیں ہوتا ہے۔ ایک دلیل سے بات سمجھ میں نہیں آتی ہے تو فوراً دوسری دلیل پیش کرنی چاہیئے جو مخاطب کے ذہن اور اس کی سمجھ کے مطابق ہو۔

مولانا محمد طاسین کی معرکۃ الآراء تصنیف

مروّجہ نظامِ زمینداری اور اسلام

عمدہ سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، خوبصورت اور مضبوط جلد

قیمت ۳۵ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔کے۔ ماڈل ٹاؤن

کاروانِ حدیث (۱۲)

عبدالرشید عراقی

امام ابو محمد حسین فراء بغوی رحمہ اللہ

(م ۵۱۹ھ)

امام بغوی ۴۳۶ھ میں "بغ" میں پیدا ہوئے۔ یہ قریہ ہرات اور مرو کے درمیان خراسان کا ایک مقام ہے اب یہ قریہ ختم ہو چکا ہے۔ یاقوت حموی بغدادی (م ۶۲۶ھ) نے "معجم البلدان" میں اس کی تصریح کی ہے۔[۱]

امام بغوی نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کی تفصیل امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن سبکی (م ۷۷۱ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہے۔[۲] امام بغوی نے سماعِ حدیث کے لیے دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا یا نہیں، اس کے متعلق اربابِ سیر خاموش ہیں۔ تاہم علامہ ابن سبکی (م ۷۷۱ھ) کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۶۰ھ میں آپ نے حدیث کے سماع کا آغاز کیا تھا۔[۳]

حدیث میں ان کے علمی تبحر کا علمائے کرام نے اعتراف کیا ہے۔ ان کا لقب محی السنۃ اس فن میں ان کی عظمت و کمال کا ثبوت ہے۔[۴]

امام بغوی حدیث کی طرح تفسیر اور فقہ کے ماہر اور مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے — قرآن مجید کی تفسیر و تشریح میں ممتاز مانے جاتے تھے۔ اور فقہ میں بھی ان کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور اس میں ان کی معلومات کا دائرہ نقل و تحقیق ہر اعتبار سے وسیع تھا۔ امام بغوی مجتہدانہ اوصاف کے باوجود شافعی المذہب تھے اور ان کا شمار اکابر شوافع میں ہوتا ہے۔[۵]

امام بغوی تفسیر، حدیث اور فقہ تینوں علوم کے جامع تھے اور ان ہی مبارک علوم سے متعلق تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں عمر گزاری۔ اس سے ظاہر ہوتا

ہے کہ علم و فن کی خدمت و تحقیق ہی ان کا خاص معمول اور اصلی مشغلہ تھا[۶]۔
امام بغوی نے ۵۱۹ھ میں انتقال کیا[۷]۔

تصنیفات

امام بغوی نامور مصنّف تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ جیسے علوم اسلامیہ میں ان کی مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار ہیں۔ سطور ذیل میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

تفسیر معالم التنزیل: یہ قرآن مجید کی مشہور اور متداول تفسیر ہے۔ اس میں امام بغوی نے صحابہ و تابعین اور متقدمین علمائے تفسیر کے اقوال و آرار نقل کیے ہیں۔ اس لیے اس کی حیثیت ماثوری تفسیر دں کی ہے۔ امام صاحب نے اس کے مقدمہ میں قرآن مجید کی اہمیت، اس کے نزول کا مقصد اور اس کی تفسیر و تاویل کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی العمران خازن (م ۷۴۱ھ) نے اس کا ملخص کیا ہے، جو 'تفسیر خازن' کے نام سے معروف ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں کہ:

"علم تفسیر میں امام بغوی کی معالم التنزیل بڑی اہم اور بلند پایہ کتاب ہے۔ یہ صحیح اقوال کا مجموعہ، شکوک و تصحیف سے پاک، احادیث و آثار سے مزّین اور عجیب واقعات پر مشتمل ہے[۸]۔"

علامہ خازن (م ۷۴۱ھ) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"چونکہ تفسیر 'بغوی' نہایت عمدہ خصوصیات پر مشتمل تھی۔ اس لیے میں نے اس کا انتخاب کیا ہے۔ اور دوسری تفسیروں کی مدد سے بعض اضافے کیے ہیں۔ نیز طلبائِ فن کے فائدے کے لیے غریب حدیثوں کی شرح کر دی ہے اور اس کی سندوں اور بعض زوائد کو حذف کر دیا ہے[۹]۔"